مقالات — ترجمہ

امیر محمد بن اسماعیل صنعانی — قسط ۵ — مولانا سیف الرحمٰن الفلاح

آئینۂ توحید

تطہیر الاعتقاد عن درن الالحاد کا اردو ترجمہ

سوال:

اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام امت گمراہی پر متفق ہو گئی کیونکہ وہ اس کو برا کہنے سے خاموش رہے ہے؟

جواب:

اجماع کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود کے بعد امت محمدیہ کے مجتہدوں کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا ہے اور مذاہب کے فقہاء ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کو محال تصور کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ بات غلط اور باطل ہے اور ایسی بات وہی کہتا ہے جو حقائق سے بے خبر ہوتا ہے تاہم ان کے خیال کے مطابق ائمہ اربعہ کے زمانہ کے بعد کبھی اجماع نہیں ہو گا۔ بنا بریں یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بدعت اور قبروں کا فتنہ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں نہیں تھا۔ جیسا کہ عنقریب ہم ثابت کریں گے کیونکہ اب اجماع کا وقوع امر محال ہے۔ امت محمدیہ اب زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے اور علم اسلام چار دانگ عالم میں لہرا رہا ہے۔ اب تحقق علماء کا کوئی انحصار نہیں اور کوئی شخص ان کے حالات سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ جو شخص دین کے تمام روئے زمین پر پھیل جانے کے بعد اور مسلمانوں میں کثرت سے علماء ہونے کے بعد اجماع کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ جیسا کہ ائمہ محققین نے ذکر کیا ہے۔

پھر اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اس برائی کا علم ہونے کے باوجود رد کا نہیں، بلکہ خاموشی سے کام لیا ہے تو ان کا یہ سکوت اس کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت کے قواعد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ برائی کو رد کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱۔ انکار بالید: یعنی برائی کو ہاتھ سے روکا جائے یہ اس طرح ہے کہ برائی کو ہاتھ سے مٹایا جائے۔

۲۔ انکار باللسان: جب ہاتھ سے برائی روکنے کی ہمت نہ ہو تو زبان سے برائی کو روکنے کی کوشش کرے

۳۔ انکار بالقلب: جب ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی ہمت نہ ہو تو دل میں ہی اسے برا سمجھے کیونکہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کو مستلزم نہیں۔

اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کسی چونگی لینے والے کے پاس سے گزرتا ہے وہ غریبوں کا مال ظلم سے لیتا ہے یہ عالم اس کو زبان اور ہاتھ سے روکنے کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی صورت میں نافرمان لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اس صورت میں برائی روکنے کے دو طریقے ختم ہو گئے یعنی ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی پابندی ختم ہو گئی اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی یعنی دل سے اس برائی کو برا تصور کرنا اور یہ ضعیف الایمان ہونے کی نشانی ہے۔ تو ایسا عالم جس کے سامنے جابر اور ظالم لوگ برائی کرتے ہوں اور وہ اس کا رد کرنے سے خاموش رہے تو اس کے متعلق یہ حسن ظن ہونا چاہئے کہ ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنا اس کے لئے مشکل ہے لیکن دل سے وہ اسے برا سمجھتا ہے مسلمانوں کے متعلق حسن ظن ہونا چاہئے کیونکہ جب تک ممکن ہو ان کے لئے تاویل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو جو لوگ حرم شریف میں داخل ہوتے تھے اور ان شیطانی تعمیرات کو دیکھتے تھے، جنہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی نمازوں کو الگ کر دیا، تو وہ ان کی برائی کا اظہار کرنے سے قاصر تھے۔ وہ صرف دل سے برا سمجھتے تھے جیسے کوئی شخص چونگی لینے والے کے پاس سے گزرتا ہے اور قبر پرستوں کے پاس سے گزرتا ہے تو وہاں برائی روکنے کی ہمت نہیں رکھتا اور اسے معذور تصور کیا جاتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ائمہ کے متعلق جو یہ استدلال پکڑتے ہیں کہ یہ امور واقع ہوتے ہیں کہیں کسی نے انکار نہ کیا اور نہ اس سے رد کا تو گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا، یہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جو وہ استدلال پکڑتے ہیں کہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، یہ رجماً بالغیب ہے کیونکہ انسان دل سے ایک کام کو برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ اور زبان سے اس کا انکار مشکل ہوتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں دیکھئے۔ کتنے ایسے امور واقع ہو رہے ہیں۔ جن کو ہاتھ اور زبان سے روکنے کی آپ سکت نہیں رکھتے، حالانکہ دل سے آپ ان کو برا سمجھتے ہیں۔ جب کوئی جاہل کسی عالم کو دیکھتا ہے کہ وہ اس برائی کے انکار سے خاموش ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ کام جائز ہے، حالانکہ ایک عالم شخص بسا اوقات دل میں خاموشی کے ساتھ

اسے ملامت کرتا ہے اور اس کا عزم کرتا ہے۔ تو کسی کے سکوت سے ایک عالم اور عارف شخص استدلال نہیں پکڑتا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ فلاں آدمی نے ایسے کیا اور باقی خاموش رہے تو یہ اجماع ہو گیا۔ یہ استدلال بھی بودا ہے اور ناقابلِ التفات ہے اس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ یہ دعویٰ کہ باقی لوگوں کا سکوت اختیار کرنا کسی کے فعل کو پختہ کرنا ہے غلط ہے کیونکہ سکوت کسی امر کے پختہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

۲۔ ان کا یہ کہنا کہ "اجماع ہو چکا ہے" کیونکہ اجماع امتِ محمدیہ کے اتفاق کا نام ہے اور کسی آدمی کا سکوت اختیار کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اس کے موافق ہے یا مخالف نہیں جتیٰ کہ اپنی زبان سے وہ خود وضاحت کرے۔ کسی بادشاہ کے پاس لوگوں نے اس کے کسی گورنر کی یا عامل کی بہت تعریف کی، لیکن ایک شخص خاموش رہا، بادشاہ نے اس سے پوچھا "تم کیوں نہیں بولتے"؟ اس نے جواب دیا "میں کیسے بولوں، میں ان کے مخالف ہوں، اگر بات کروں گا تو ان کے خلاف . . . ہی کروں گا، اس لئے میں خاموش ہوں"۔ تو ہر سکوت سے رضامندی ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ان برائیوں کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی جو تیزوں اور تلواروں سے لیس تھے اور بندگانِ خدا کے جان و مال ان کے رحم و کرم پر تھے، ان کی آبرو اور ان کی عزت و حرمت کا معاملہ بھی ان کے حکم کے ماتحت تھا۔ اندریں حالات فردِ واحد اس کو رد کرنے کی ہمت کیسے کر سکتا ہے؟

تو یہ مزارات اور مشاہد جو شرک و الحاد کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکے ہیں اور اسلام کے محل کو منہدم کرنے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کا سبب ہیں، ان کو تعمیر کرنے والے اکثر بادشاہ، رؤسا اور گورنر تھے وہ ان کے رشتہ دار اور قرابتدار ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے یا وہ ایسا شخص ہوتا تھا جس کے متعلق وہ حسنِ ظن رکھتے کہ یہ کوئی عالم، فاضل یا کوئی صوفی فقیر ہو گا یا کوئی اور بڑا آدمی ہو گا، چنانچہ ان کی جان پہچان والے ان کی قبروں اور مزاروں کی زیارت کی غرض سے آتے تھے، لیکن ان کی زیارت یوں کرتے تھے۔ جیسے عام مُردوں کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔ یعنی وہاں جا کر ان کا توسل حاصل نہیں کرتے اور نہ ان کو پکارتے تھے، بلکہ ان کے لئے دعائے استغفار کرتے تھے، پھر جب اس قبر کے مُردے کو جاننے والے فوت ہو گئے یا ان میں اکثر دارِ دنیا سے رخصت ہو کر ملکِ عدم کی طرف چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے لوگ جب اس قبر کے پاس آئے اور وہاں پر گنبد دیکھا، قبر کے در پر چراغ روشنی کرتے ہوتے دکھائی دیے۔ قیمتی کپڑے کا غلاف اس پر نظر آیا، اس پر رنگا رنگ کے پردے دکھائی دیے۔ چاروں طرف سے خوشبوؤں کی

مہک سے دماغ معطر ہوا تو انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی بزرگ ہستی ہے جو نفع نقصان پر قادر ہے۔ پھر انہوں نے مجاوروں کو دیکھا جو اس میت کے متعلق جھوٹی کہانیاں سناتے ہیں کہ اس نے یوں کیا اور یوں کیا۔ فلاں شخص مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کے پاس آکر منت ماننے سے اس کی مصیبت رفع ہو گئی اور فلاں شخص کو بڑا نفع پہنچا، حتیٰ کہ ہر باطل بات ہی کو ذہن نشین کراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں مذکور ہے، جو شخص قبروں پر چراغ جلاتا ہے یا ان پر کتبہ لگاتا ہے یا ان پر کوئی تعمیر کرتا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس سلسلہ میں کافی حدیثیں مذکور ہیں۔ ان امور سے فی نفسہٖ ممانعت ہے، علاوہ ازیں یہ ایک بہت بڑی خرابی کا ذریعہ ہیں۔

سوال :

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک بہت بڑا گنبد ہے اور اس پر خطیر رقم خرچ کی گئی، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :

درحقیقت یہ حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس گنبد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوایا، نہ آپ کے صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعینؒ میں سے کسی نے بنایا اور نہ کسی عالم یا امام نے اسے بنانے کا فتویٰ اور حکم دیا۔ بلکہ یہ گنبد مصر کے متاخرین بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے ۶۷۸ھ میں بنایا، جس کا نام قلاوون صالحی تھا۔ جسے ملک منصور بھی کہتے تھے۔ اس کا ذکر "تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الهجرۃ" میں موجود ہے۔ یہ امور جو حکومت کرتی ہے وہ شریعت کی دلیل نہیں بن سکتے کیونکہ متاخرین کا وہ کام جو سلف کی پیروی میں نہ ہو، شریعت میں دلیل نہیں بن سکتا۔ یہ آخری بات ہے جو ہم نے ذکر کی ہے جس کی بنا پر لوگ خواہشات کی پیروی کرنے لگے اور آزمائش میں مبتلا ہو گئے اور علماء برائی سے روکنے سے خاموش ہو گئے۔ جو ان کے ذمے واجب تھی اور جس طرف عوام الناس کا رجحان ہوا اسی طرف علماء مائل ہو گئے اور نیکی کو گناہ اور گناہ کو نیکی تصور کرنے لگے اور خاص لوگوں میں سے کوئی انہیں روکنے کی جسارت نہ کر سکا۔ تو یہ بات ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے اعتقادات میں خرابی پیدا ہو گئی۔

سوال :

بعض اوقات زندوں اور مُردوں کے ساتھ کچھ ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو لوگوں کو عجیب و غریب کرشمے دکھاتے ہیں۔ لوگ انہیں مجذوب کہتے ہیں۔ جن امور کو یہ لوگ کرتے ہیں شریعت

ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:

جو لوگ مجذوب کے نام سے مشہور ہیں اور اللہ جل جلالہٗ کا لفظ زبان سے نکالتے ہیں اور وہ عربی طریقہ سے بولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب شیطان لعین کے ساتھی اور بہت دھوکے باز ہیں، انہوں نے مکر و فریب کا لباس اوڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ مطلق لفظ اللہ اللہ کوئی کلام نہیں اور نہ اللہ کی توحید ہے بلکہ اس لفظ کا مذاق اور استہزاء ہے۔ کیونکہ اسے عربی زبان سے خارج کر دیتے ہیں اور اسے بے معنی بنا دیتے ہیں اگر کوئی بڑا نیک آدمی زید کے نام سے موسوم ہو اور لوگ اسے زید زید کہیں تو اس میں اس کی تعظیم و توقیر نہیں، بلکہ یہ تو سراسر اس کی توہین ہے خصوصاً جبکہ اس لفظ میں تحریف کرتے ہیں۔[1]

پھر غور کیجئے کیا اللہ کا لفظ انفرادی طور پر قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کہیں مذکور ہے کہ اللہ اللہ پڑھا جائے۔ کتاب و سنت میں جس ذکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس سے مراد اللہ کی تسبیح اور تہلیل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اذکار اور کچھ دعائیں مروی ہیں۔ آپؐ کے صحابہ کرام اور آپؐ کے آل مطہرات بھی دعائیں کیا کرتے تھے لیکن وہ دعائیں اور اذکار ان فقیروں کی ہاؤ ہو اور شور و غل اور اونچی آوازوں سے مختلف تھے۔ ان کی دعائیں وہ ہوتی تھیں جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھ کر امت کو بتلائی ہیں ان لوگوں نے مسنون دعاؤں کو ترک کر کے غیر مسنون دعاؤں کو رائج کیا اور لوگوں کو دور دراز کی گمراہی میں پھینک دیا، پھر بعض اوقات اللہ کے نام کے ساتھ کچھ مُردوں کے نام ملاتے ہیں، مثلاً ابن علوان، احمد بن حسین، شیخ عبدالقادر اور عبدروسی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی انتہا ہو چکی ہے جو اہل قبور کی طرف بھاگتے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ جیسے علی رومان اور علی احمر وغیرہ اللہ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل بیت نبوی و دیگر صحابہ کرام کو ان جاہل گمراہ لوگوں سے بچایا کہ وہ جاہل اور گمراہ لوگ اپنے منہ سے ان کا نام لیں تو یہ لوگ شرک و کفر اور جہالت کو یکجا اکٹھا کرتے ہیں۔

---

[1] یعنی: اللہ کے دو حصے کرتے ہیں۔ جیسے "آلا ہُو" وہ اسے ذکر الٰہی شمار کرتے ہیں حالانکہ ایسا ذکر حضور اکرمؐ سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

(الفلاح بی اے)

سوال :

اگر آپ یہ سوال کریں کہ بعض اوقات یہ لوگ اللہ جل جلالہٗ کا لفظ بولتے ہیں اور جاہل اور باطل پرست لوگ ان کی کئی خوارق بیان کرتے ہیں مثلاً وہ اپنے آپ کو نیزے مارتے ہیں سانپ بچھو اور گرگٹ وغیرہ ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔ آگ کو اپنے منہ میں ڈالتے ہیں اور ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں وغیرہ۔

جواب :

یہ سب شیطانی امور ہیں۔ آپ کو دھوکا دیا گیا ہے اگر آپ ایسے مُردوں کی کرامتیں شمار کرتے ہیں یا زندہ لوگوں کی نیکی تصور کرتے ہیں تو یہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ کیونکہ جب آپ نے اس گمراہ شخص کو اس کا نام لے کر پکارا ہے اور اس کو اللہ کا حکم اور مخلوق میں شریک کیا ہے تو آپ کو دھوکا دیا گیا ہے کیا آپ ان مُردوں کو اللہ کے اولیاء اور شریک سمجھتے ہیں؟ اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو آپ نے بہت برا کام کیا اور ان مُردوں کو بھی مشرک بنا دیا اور ان کو معاذ اللہ دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اور دین سے باہر پھینک دیا۔ کیونکہ آپ نے ان کو اللہ کے شریک بنا دیا اور اس پر راضی اور خوش ہیں اور آپ نے یہ تصور کیا کہ یہ کرامتیں ان گمراہ اور مشرک مجذوبوں کے تابع ہیں جو خود ضلالت اور ذلت کے سمندر میں غرق ہیں جو اللہ کو کبھی بھول کر بھی سجدہ نہیں کرتے۔ جب اللہ کو یاد کرتے ہیں تو ساتھ اور لوگوں کو بھی یاد کرتے اور پکارتے ہیں۔ اگر آپ ایسا تصور کرتے ہیں تو آپ نے مشرکوں، کافروں اور مجذوب لوگوں کے لئے کرامتیں ثابت کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے اصول اور قواعد و ضوابط کو ملیامیٹ کر دیا اور دین متین اور شرع مبین کو مٹانے کی کوشش کی۔

جب ان دونوں امور کے بطلان کا آپ کو علم ہو گیا تو آپ جان لیں کہ یہ تمام شیطانی افعال ہیں اور ابلیس کے کام ہیں۔ شیطان اپنے گمراہ بھائیوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں فریق ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ شیطان اور جنّ بعض اوقات سانپوں اور اژدھوں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ امر قطعی طور پر وقوع پذیر ہے تو یہی وہ سانپ ہیں جن کو لوگ ان مجذوبوں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں۔

بعض اوقات ان میں جادو کا اثر بھی ہوتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں۔ اس کا سیکھنا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور اللہ کی قابلِ احترام اشیاء کی بے حرمتی کرنا اس کا

سب سے بڑا دروازہ ہے مثلاً جادوگر قرآن کریم کو بیت الخلا میں (نعوذ باللہ من ذالک)، تو مجذوبوں سے ایسے امور کا سرزد ہونا آپ کو حیرت میں نہ ڈالے اور آپ کو دھوکا نہ ہو جاتے۔ ان امور کو لوگ خوارق کہتے ہیں، کیونکہ ایسے امور میں جادو کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے، اسی طرح وہ لوگ جو انسان کی آنکھوں پر اثر ڈالتے ہیں چنانچہ فرعون کے جادوگروں نے میدان سانپوں سے بھر دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰؑ اپنے دل میں خوفزدہ ہوئے تو اللہ نے بتلایا یہ سحر عظیم ہے اور سب جادو کی کارروائی ہے۔

جادو کے ذریعے اس سے بھی بڑے بڑے امور کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن بطوطہؒ وغیرہ مؤرخین نے دجو ہندوستان میں آتے تھے) بیان کیا ہے کہ انہوں نے وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جو جلتی آگ میں کپڑوں سمیت کود پڑتے تھے۔ جب باہر نکلتے تو بدن کو تو کجا ان کے کپڑوں کو بھی آگ نہ جلاتی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی انسان کو دیکھا جو بادشاہ کے پاس اپنے دونوں بیٹے لے گیا۔ وہاں جاکر اس نے بادشاہ کے سامنے ان دونوں کو تلوار سے ٹکڑے کر دیا۔ پھر ان کو مختلف اطراف میں پھینک دیا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس ان میں سے ایک ٹکڑا بھی باقی نہ رہا۔ پھر وہ رونے لگا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا آتا ہے اور وہ آکر دوسرے ٹکڑے سے مل جاتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں لڑکے مکمل انسان بن کر زندہ ہو گئے۔

یہ واقعہ انہوں نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے انہوں نے تو اسے بہت طویل لکھا ہے۔ لیکن میں نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔ میں نے ۱۱۳۶ھ میں مکہ مکرمہ میں اس کا مطالعہ کیا تھا۔ مدینہ میں احناف کے مفتی علامہ سید محمد بن اسعد نے مجھے یہ واقعہ تحریر کرایا۔

ابو الفرج اصفہانی کی کتاب اغانی میں سند کے ساتھ ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک جادوگر ولید بن عقبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے کرشمے دکھلا رہا تھا وہ گائے کے پیٹ میں داخل ہو جاتا اور پھر باہر نکل آتا تھا۔ حضرت جندبؓ نے اسے جب دیکھا تو انہیں اس کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری۔ وہ سیدھے گھر گئے۔ وہاں سے تلوار لے کر سیدھے جادوگر کے پاس آئے۔ وہ گائے کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ حضرت جندب نے یہ آیت پڑھی۔

"أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ" (الانبیاء: ۳)

"تم جادو کا کام کرتے ہو حالانکہ تم اسے دیکھتے ہو کہ غلط کام ہے"۔

پھر گائے کے درمیان میں تلوار ماری اور اسے کاٹ دیا اور جادوگر کے بھی ٹکڑے کر دیئے، لوگ

یہ معاملہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ ولید نے ان کو قید کر دیا اور حضرت عثمانؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ جیل کا سپرنٹنڈنٹ ایک عیسائی تھا۔ جب رات ہوئی تو اس نے حضرت جندبؓ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب دن ہوا تو انہیں دیکھا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر عیسائی کہنے لگا خدا کی قسم! یہ ان میں سے سب سے برا آدمی ہے؟ جس کا یہ حال ہے کہ رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے۔ نہیں، یہ سچے لوگ ہیں۔ ان کا مذہب برحق ہے! پھر اس نے جیل کی نگرانی پر کسی اور آدمی کو مقرر کیا اور خود کوفہ میں گیا وہاں جا کر پوچھنے لگا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ نیک اور افضل آدمی کونسا ہے؟ لوگوں نے اشعث بن قیس کا نام لیا۔ تو یہ ان کے ہاں مہمان بن کر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو اس نے اسے دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اور جب صبح ہوئی تو اسے دیکھا کہ وہ ناشتہ کر رہا ہے اور روزہ نہیں رکھا تو وہاں سے چل دیا۔ پھر بازار میں لوگوں سے پوچھا یہاں پر سب سے افضل اور پرہیزگار آدمی کون سا ہے؟ لوگوں نے جریر بن عبداللہ کا نام لیا۔ وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا۔ جب وہاں پہنچا تو وہ سوتے پڑے تھے پھر جب صبح ہوئی تو انہوں نے ناشتہ منگوایا۔ وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا میرا رب بھی وہی ہے جو جندب کا رب ہے اور میرا دین بھی وہی ہے جو جندب کا دین ہے۔ یہ کہہ کر اسلام لے آیا۔

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں اس واقعہ کو بیان کیا لیکن کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند اسود تک بیان کی ہے کہ ولید بن عقبہ عراق کا گورنر تھا۔ اس کے سامنے ایک جادوگر جادو کا کھیل دکھلا رہا تھا۔ وہ کسی آدمی کا سر کاٹ کر پھینک دیتا تھا۔ پھر رونے لگتا اور چیختا۔ پھر اس کا سر واپس آ کر باقی جسم سے مل جاتا اور وہ انسان بالکل ٹھیک ہو جاتا۔ لوگ اس کا تماشا دیکھ کر عش عش کر اٹھے اور اسے داد دینے لگے کہ یہ مُردوں کو کیسے زندہ کر لیتا ہے۔ مہاجرین میں سے کسی نیک آدمی نے اس کی یہ کارروائی دیکھی تو اسے بری محسوس ہوئی۔ جب اگلا دن ہوا تو وہ اپنی تلوار سونت کر وہاں گیا۔ وہاں پر اسی طرح جادوگر اپنا کرتب اور کرشمہ دکھلا رہا تھا۔ اس نے تلوار میان سے نکالی اور اس کے سر پر ماری اور کہنے لگا اگر یہ سچا ہے تو اپنی جان کو زندہ کرے۔ ولید نے جیل کے سپرنٹنڈنٹ دینار کو حکم دیا کہ اسے قید کرے چنانچہ انہیں جیل میں بند کیا گیا۔

سب سے زیادہ تعجب انگیز وہ واقعہ ہے جو امام بیہقی نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو بہت طویل واقعہ ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک عورت نے دو فرشتوں ہاروت ماروت سے جادو

کا علم سیکھا۔ چنانچہ وہ گندم کے دانے لے کر زمین میں پھینک دیتی اور ان کو کہتی تم زمین سے اگ آؤ۔ چنانچہ وہ اگ آتے۔ پھر کہتی کہ ان پر بالیں بن جائیں چنانچہ ان پر بالیں بن جاتیں۔ پھر کہتی کہ یہ بالیں خشک ہو جائیں چنانچہ ایسے ہی ہو جاتا۔ پھر کہتی اس کا آٹا بن جائے تو وہ آٹا بن جاتا۔ پھر کہتی اس کی روٹی پک جائے تو روٹی پک جاتی۔ وہ جو بات کہتی وہی پوری ہو جاتی تھی۔

شیطانی حالات کا کوئی انحصار اور ضابطہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلمان کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ خیال جو شیطانی حالات پیش کرے گا تو مسلمان کو اس موقع پر کتاب و سنت کی پیروی کا حکم اور شیطان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم جو کچھ ذکر کرنا چاہتے تھے کر دیا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم!

شعر وادب

دُعاء

مولانا عبدالرحمٰن عاجزؔ

آنکھوں سے مسلماں کی یارب پھر پردۂ غفلت سرکا دے
بھٹکے ہوئے اپنے بندوں کو پھر راہِ ہدایت دکھلا دے

ایماں کی حرارت سے یارب پھر قلبِ مسلماں گرما دے
پھر مشعلِ ایماں روشن ہو پھر شعلۂ ایماں بھڑکا دے

وُہ ذوقِ عبادت دے ہم کو جو حسنِ یقیں بن کر چمکے
وُہ نور نظر میں پیدا کر جو شمس و قمر کو شرما دے

بدعت کی ظلمت چھٹ جائے باطل کی لعنت مٹ جائے
سنت کی اشاعت ہو ہر سُو توحید کی خوشبو پھیلا دے

عریانی کے ساماں جل جائیں، فحاشی کے اڈے مٹ جائیں
بے دینی کی آندھی رک جائے الحاد کے طوفاں ٹھہرا دے

قرآں کی تلاوت کا یارب پھر شوق دلوں میں پیدا کر
پھر اس کے معانی بتلا دے پھر اس کے مطالب سمجھا دے

پھر دیکھیں آنکھیں مسلم کی، وُہ موسمِ گُل کی شادابی،
چودہ سو سال پرانا پھر وُہ دورِ صحابہؓ لوٹا دے

پھر باطل پر حق غالب ہو اور جھوٹا خاسر خائب ہو
پھر کفر سے ایماں ٹکرا دے پھر بدر کا قصہ دہرا دے

میدانِ قیامت میں یارب میں جس دم حاضرِ خدمت ہوں
جا عاجزؔ تجھ کو بخش دیا، اس طرح مجھے تُو فرما دے